ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مجید امجد کی شاعری میں تمثال گری اور شعری خاکے

Imagery and poetic snapshots in Majeed Amjad's poetry

ڈاکٹراعجاز احمد ۔استاد شعبہء اردو،پنجاب کالج،کیمپس۸مسلم ٹاون موڑ،لاہور

آصف اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اردو،لاہور لیڈز یونی ورسٹی،لاہور

Abstract:

The purpose of imagery in poetry is to send the message of poet in a strong, vivid and very visual voice. The poet uses words to create images in our mind that helps to interpret poem in a way he sees it. He uses similes, Metaphors and personifications to create mental picture through words that gives a strong message to understand the poet's message. To indicate the points which seem the most vivid and important to reader, the writer allows the reader to flesh out their sketch into a portrait. In other words, you can think of imagery as painting with words in order to fuel the reader's imagination. Majeed Amjad mellowed as a poet in the late 1950s .He is a painter like Ustad Allah Bakhsh involved in aesthetic and classical Landscape in his poetry. This involvement is not static or superficial. This article reflects a brief introduction of imagery and Majeed Amjad art of using images in his poetry.

Keywords: Majeed amjad, Imagry, Aesthetic, Landscape, Poetry, figure of speech, portrait

تصویر اور تصویر آفرینی کی حد اور تحدید کرنا تصوراتی لحاظ سے آسان نہیں۔ نظموں میں تمثال گری اور شعری خاکے نظر بھی آتے ہیں اور واضح بھی نہیں ہوتے۔اسے دوسری عام استعمال ہونے والی اصطلاحات یعنی استعاراتی زبان کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ شعری نظریات میں ان کا استعمال زیادہ لیکن پہچان کم ہے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کو مختلف سیاق وسباق میں استعمال کیا جاتا ہے۔شاعری میں تمثال گری قاری کے ذہن پر خاکے تخلیق کرتی ہے اور مختلف نقش ابھارتی ہے۔شاعر تمثال گری کے ذریعے قاری کو حسیاتی تجربے سے گذارتا ہے۔یہ تصویریں ہمارے سامنے اکثر ایسے خاکوں کی صورت آتی ہیں جو ہمارے مختلف احساسات کو دیکھنے ،سننے، محسوس کرنے اور حظ اٹھانے کی طرف مائل کرتی ہیں۔ایسا تصور کسی مشاہدے یا تجربے کا باعث ہوتا ہے جو شاعر کی وجدانی کیفیت میں ایک نئے احساس کی بازگشت پیدا کرتا ہے جو اسے متعلقہ شے کے تمام لوازمات کے ساتھ دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ شاعر کے ذہن پر کسی شے کا عکس بننا اسے اس طرف لے جاتا ہے جو قاری کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کے حوالے کوئی نتیجہ اخذ کرے۔یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاعر کے شعری خاکے کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے اور جو فرد اس آئینے میں تصویر ہوتا ہے اُسے پوری ایمان داری سے بے کم وکاست کاغذ پر نقش کر دیتا ہے۔ یہ شعری تصویر ایک مکمل، زندہ اور زیادہ جان دار تصویر، جس میں صاحبِ تصویر چلتا پھرتا، ہنستا بولتا، روتا گاتا، سوچتا، عمل کرتا، محبت اور منافقت سے کام لیتا اور دانائی اور سادگی سے معاملہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔انیس ناگی نے "امیج کو کیفیات اور وارداتوں کو مماثلتوں اور مشابہتوں کے ذریعے بیان کرنے کا نام کہا ہے۔شاعر ان کیفیات اور واردات کو مختلف تصویروں اور شکلوں کے روپ میں مشخص کرتا ہے۔[1]"

تمثال گری یا امیجری (Imagery) کی اصطلاح انگریزی ادب کی تنقیدی تحریروں میں کثرت سے مستعمل ہے۔اردو میں اس کا ترجمہ تصویر آفرینی، پیکر سازی، تمثال کاری اور پیکریت وغیرہ کے معنوں میں ہوتا ہے۔اردو لغت میں اس کا مفہوم یوں ادا ہوا ہے:

[اسم] مجسمہ پتھر کا تراشا ہوا یا تانبے پیتل وغیرہ کا ڈھالا ہوا مجسمہ جو کسی انسان یا حیوان وغیرہ کی عکاسی کرتا ہو۔(۲) تصویر جو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو۔مورت، پُتلا، مجسمہ، (خیالی) تصویر، پیکر، عکس، شبیہ، سایہ، مورت، مثل، مثال، طرح، مانند۔فرمانِ شاہی (نور اللغات؛ جامع اللغات)۔امیجری کے لغوی معنی لفظوں کی مدد سے تصویر بنانے کا عمل ہے۔حفیظ صدیقی کے بقول تمثال ترجمہ ہے انگریزی اصطلاح امیج کا اور امیج سے مراد کسی شے کی وہ تصویر ہے جو شاعر کے مہیا کیے ہوئے الفاظ کے ذریعے ہماری چشم تصور (چشم خیال) کے سامنے آتی ہے [۲]۔ڈاکٹر انور جمال لکھتے ہیں کہ کسی امیج کو زبان دینا امیجری ہے۔اسے تصویر آرائی یا تمثیل آفرینی بھی کہا جاسکتا ہے۔یہ زبان خواہ رنگوں کی ہو یا حرفوں کی تراش خراش اور تہذیب کی ہو یا اشاراتی یا علامتی، آواز وآہنگ کی ہو یا خطابت کی تمثال آفرینی کا یہ عمل کسی زبان کے تابع

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہے ۳۔دی پرنسٹن انسائکلوپیڈیا آف پوئٹری اینڈ پالیٹکس The Princeton Encyclopaedia of poetry and politic میں امیجری کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "Imagery refers to images produced in the mind by language, whose words may refer either to experiences which could produce physical perceptions, were the reader actually to have those experiences or to the sense impressions themselves." (4)

گلاسری آف لٹریری ٹرمز(Glossary of Literary Terms)میں ایم ایچ۔ابرام نے امیجری نے (Imagery)کی یوں تعریف کی ہے:

> "This term is one of the most common in modern criticism and one of the most variable in meaning. Its application ranges all the way from the mental pictures which are experienced by the reader of the poem, to the totality of the component which make up a poem." (۵)

امیجری ایک بے حد عام اور کثیر المعنی اصطلاح ہے جس کا اطلاق قاری کے ذہن پر بننے والی تصویروں پر ہوتا ہے۔ تشبیہ اور استعارہ پیکر سازی کے عمل میں تخلیقی سطح پر ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور نظم کے اجزا کی ترکیب کو ایک خاص رخ پر لے جاتے ہیں۔بنیادی طور پر صنف نظم بھی جذب و خیال، متنوع موضوعات کا حیرت کدہ اور جہانِ معانی کا آئینہ خانہ ہے۔اس کے تار و پود میں زندگی کی سی وسعت ہے جس طرح زندگی اپنے اندر تمام موسم، رنگ، واقعات، جذبے، تحریکیں، چہرے نظریے اور رویے سمو لینے پر قادر ہے۔ پیکر تراشی کے لیے تمثال نگاری، امیج اور امیجری کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ محاکات کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔مولانا شبلی نعمانی نے اپنی تحریروں میں محاکات کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> "محاکات کے معانی کسی چیز یا حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔"(۶)

ہم اس بحث سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پیکر تراشی، سراپا نگاری، امیجری، تمثال دراصل وہ تصویر یا شبیہ ہے جو شاعر اپنی زندگی کے تجربات و مشاہدات کے بعد اپنے قرطاس تخیل پر بناتا اور عام مشاہدے کے لیے شعری واردات میں ڈھال دیتا ہے۔ یہ محسوسات اور مشاہدات جب اپنے اظہار کے لیے لفظی پیکر کا روپ اختیار کر لیتے ہیں تو اسے سراپا، پیکر، تصویر، امیج اور تمثال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ اس کو تصویر آفرینی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں:

> "امیجری سے مراد وہ تصویر آفرینی ہے جو مخصوص اشیا کو لفظوں کی مدد سے چشم خیال کے سامنے یوں لیے آتی ہے گویا عین مشاہدہ کیا جا رہا ہو۔ مگر یہ تصویر کشی خارجی تحریک سے بالا ارادہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اظہار کی خاطر تخیل کے اندر سے کسی منصوبے یا ارادے کے بغیر ابھر آتی ہے شاعری کے قماش میں مصوری اور موسیقی کو تانے بانے کی حیثیت حاصل ہے۔شاعری میں اگر تصویریت یعنی زائد توضیحی تصویریں نہ ہوں تو شاعری بے رنگ ہو جائے۔"(۷)

اس سلسلے میں" مغربی شعریات" کے مولف نے سی ڈی لیوس(C.D lewis) کی تمثال کے بارے میں تعریف ان الفاظ میں دی ہے:

> "سادہ ترین الفاظ میں شاعرانہ تمثال کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ وہ الفاظ کے نقش و نگار سے بنی ہوئی ایک تصویر ہوتی ہے۔ کسی اسم صفت سے، کسی تشبیہ سے، کسی استعارے سے ایک تمثال پیدا ہو سکتی ہے۔بل کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی ایسی ترکیب، جملے یا عبارت کی صورت میں پیش کی جائے جو سطحی طور پر تو محض ایک بیانیہ مجموعۂ الفاظ ہو لیکن ہمارے ذہن کو کسی خارجی حقیقت کی عکاسی پر مستزاد کسی چیز کی طرف منتقل کر دے۔ چنانچہ ہر شاعرانہ تمثال کسی نہ کسی حد تک استعارے کی خصوصیت رکھتی ہے۔یوں کہیے کہ وہ ایک ایسا آئینہ ہوتی ہے جس میں زندگی اپنا چہرہ من و عن تو نہیں دیکھتی لیکن اپنے چہرے کے متعلق کسی حقیقت کا مشاہدہ کرتی ہے۔ تمثال کی سب سے زیادہ عمومی قسم ایک مرئی تصویر ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی تمثالوں میں دوسرے حواس کے تجربوں کے عناصر بھی شامل ہو جاتے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہیں۔ہر تمثال میں چاہے وہ کتنی ہی جذباتی یا عقلی ہو حسیت کا کچھ نہ کچھ شائبہ ہوتا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ ایک شاعرانہ تمثال ایک لفظی تصویر ہوتی ہے جس پر جذبات یا امثال کا رنگ چڑھا ہوتا ہے۔"(۸)

مغربی شعریات میں بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں دیگر ادبی تحریکوں کے ساتھ ساتھ امیجری کا رجحان بھی ایک باقاعدہ تحریک کی صورت میں ظاہر ہوا۔جس کے بانیوں میں، ہیوم، فلنٹ، لوول اور سب سے زیادہ ایذرا پاؤنڈ کا نام اہم ہے۔۱۹۱۲ء میں اُس کی کتاب "Ripostes" کے عنوان سے شائع ہوئی جو تمثالیت Imagism کا سنگ اولین ثابت ہوئی۔۱۹۱۴ء میں "Des imagists" کے عنوان سے امیجسٹ سکول کا پہلا مجموعہ شائع ہوا جس میں امریکی اور برطانوی شعرا کا کلام شامل ہے۔جہاں تک تمثال کاری کے معانی یا اس کے اسلوبیاتی قرینوں کا تعلق ہے تو یہ وقت کے ساتھ ساتھ ایک تدریجی ارتقا رکھتے ہیں اور اس سکول سے وابستہ شعرا اور اہلِ نظر اسے مختلف حوالوں سے دیکھتے ہیں۔شاعری کا یہ ایک ایسا اسلوب ہے جس میں کوئی ترکیب، استعارہ یا لفظ اس طور سے استعمال کیا جاتا ہے جس سے ایک حسی ادراک جنم لیتا ہے۔استعارے کی سرشت میں یہ پہلو موجود ہوتا ہے کہ اسے خواہ کتنی ہی مہارت سے استعمال کیا جائے، معنوی اعتبار سے وہ اپنے موضوع کی ہر فکری جہت کا احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی ابہام کی کسی بھی سطح پر وہ مفاہیم کے انکشاف کو روک سکتا ہے۔ابہام کا مطلب ہے معنی کا عدم تعین۔حسّی اور تخیّلی قوتیں مل کر نئی راہیں تخلیق کر لیتی ہیں جن کے باہمی رشتے اگرچہ منطقی جواز کا سا بھیس بدل لیتے ہیں لیکن ان میں دراصل کوئی منطقی رشتہ موجود نہیں ہوتا اور یہ کیفیت صرف شعر و ادب تک ہی محدود نہیں بل کہ دنیا کے سنجیدہ ترین معاملات کو اگر کوئی چیز لمحوں میں طے کر جاتی ہے تو وہ صرف احساس یا احساس کے کسی روپ پر مبنی ہوتی ہے۹۔بقول ستیہ پال آنند:

> "استعارہ کے معنیائی سانچے (Matrix) کو سمجھنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے اس کے اندر پوشیدہ امیج پر توجہ مرکوز کرنا پڑے گی۔امیج کی اپج کے پروسس کو کئی سطحوں پر پرکھا جا سکتا ہے۔ (Marks,David.1983) لیکن دو سطحیں ہماری بحث کے لئے موزوں ہیں۔ایک تھیوری کو Computation کی تھیوری کہا گیا ہے اور دوسری کو Algorithms کی تھیوری کا نام دیا گیا ہے۔پہلی تھیوری میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ انسانی ذہن میں پہلے سے موجود مختلف النوع حصص کو جمع کر کے ذی حس انسان اس مناظر میں شاعر 'Picture processing Module" تیار کرتا ہے۔یہ حصص آپس میں گتھم گتھا پیوست ہوتے ہوئے ایک تصویر کی شکل بن جاتے ہیں۔دوسرے Module میں مختلف حصص کو ایک ایک کر کے صرف ان عناصر کو پورے امیج میں مدغم کیا جاتا ہے جو مکمل طور پر اس سے مطابقت رکھتے ہیں۔" پھول توڑتی ہوئی لڑکی" پہلی قماش کے امیج میں شمار ہو گا۔" پھول توڑتی ہوئی لڑکی کے گال پر ایک تل اور ایک تتلی" دوسری قسم کے امیج میں شمار ہو گا۔۔"(۱۰)

فارسی اور کلاسیکی اردو غزل میں کسی کیفیت یا صورتِ حال کی تشبیہ کی خاطر تمثال کاری کا ایک عمومی رجحان رہا ہے۔اسی طرح، مثنویات، شہر آشوبوں اور سب سے بڑھ کر مرثیوں میں بھی اس کے عمدہ نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔بیسویں صدی میں بعض جدید نظم نگاروں نے اپنی نظموں میں جو کردار تخلیق کیے ہیں اُن میں تخلیقی جہات نظر آتی ہیں۔اس حوالہ سے اقبال، ن۔م۔راشد، میراجی، مجید امجد، منیر نیازی، اختر الایمان اور جیلانی کامران کے نام اہم ہیں۔مختلف ناقدین کی آراء سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شاعری ہو یا نثر ادیب اپنے الفاظ اور تخیل کے اعجاز سے قاری کے حسی ادراک میں اضافہ کر سکتا ہے اور اس کے تصور کو ان ماورائی جہانوں کی سیر کرا سکتا ہے جن کے متعلق اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔اس حوالے سے وجدان بھی ایک ایسا عامل ہے جو شعور ذات اور خود آگہی کی بصیرت کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔کانٹ کے فلسفے میں وجدان ایک تجربی شکل میں اپنا اظہار کرتا ہے جو اشیاء کا ادراک ایک معقول طریقے سے کرتا ہے اور خالص وجدان وہ ہے جس میں حسیات زماں و مکاں میں اشیاء کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر تجربے کی مدد سے تمثالی پیکر تخلیق کرتی ہیں۔وجدان کا عمومی تعلق مشاہدے سے ہوتا ہے مگر یہ تجربے کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہوتا ہے۔اشیا اور معمولات کے ساتھ جتنی زیادہ آموزش ہو گی یہ اتنا ہی سرعت انگیزی کا مظاہرہ کرے گا جس میں ارتکاز توجہ کے عمل دخل کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔اردو نظم و غزل میں سراپا نگاری، پیکر تراشی کا رواج ہمیشہ سے ہی رہا ہے اور جہاں جمالیات، رومانویت، حسن و عشق، محبوب کے ناز و ادا کا ذکر کثرت سے ہو وہاں سراپا نگاری کا عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ناقدین کے خیال میں امیج شاعری میں عین روح اور زندگی کی حیثیت رکھتے ہیں۔جان پریس (John Press) امیجری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "A good Poet should be a master of Images, but imagery, is something complex and elaborate that a series of unambitious Pictures. A distinction must between visual image, which

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

evokes a Clear Picture of an object, and a symbolic image which arouses a network of associations"(11)

اردو ادب میں امیجری کا تصور نیا نہیں ہے۔اردو شاعری میں اس کا استعمال متقدمین کے عہد سے ہوتا رہا ہے۔قدیم شاعری میں امیجری کی جگہ محاکات کا چلن عام تھا۔ محاکات اور امیجری کے مابین بھی خاصا فرق ہے۔ محاکات کسی چیز یا حالت کا اس طرح ادا کرنا ہے کہ اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے جب کہ امیجری یا تصویر آفرینی وہ عمل ہے جو محسوس اشیاء کو لفظوں کی مدد سے چشمِ احساس کے سامنے یوں لے آتی ہے، گویا آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ایچ سی گریئرسن(H.C.Grierson)نے شعری عظمت کی بنیاد مشابہتوں کی معنی خیزی پر رکھی ہے۔اس کے بقول:

"کسی شاعر کی عظمت کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ جن مشابہتوں پر اس کی شاعری کی بنیاد ہے وہ حقیقت میں کتنی معنی خیز ہیں اور انسان کی اخلاقی اور جذباتی فطرت کے دستور اساسی میں ان کی جڑیں کتنی گہرائی تک جاتی ہیں۔"(۱۲)

مجید امجد کی شاعری میں تمثال گری اور شعری خاکوں (Snapshot) کی قوس قزح فانوس خیال کی طرح جھلملاتی اور رنگا رنگ تصویریں نمایاں کرتی چلی جاتی ہے۔اس طیف کا ہر رنگ جاذب نظر اور منفرد ہے۔اس میں فطرت کے ان گنت رنگ دعوت فکر دیتے نظر آتے ہیں۔ مجید امجد کی شاعری کے تفصیلی مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے یہاں ایسی تصویر آفرینی بھی ہے جس میں امیجز images بالکل واضح ٹھوس اور جسم و جان رکھنے والی ہوتی ہیں۔بصری شبیہوں (Visual images)کا تعلق ایسی تخلیقی تصویروں سے ہے جو آسانی سے حواس، مطالعے اور مشاہدات کی گرفت میں آجاتی ہیں۔بقول نثار ترابی:

"مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اقبال کے بعد اس نوع کی پیکر تراشی صرف اور صرف مجید امجد کے ہاں ملتی ہے۔ مجید امجد اپنے ماحول اور کائناتی نظام کے ہر عنصر کا گہری نظر سے مشاہدہ کرتے ہوئے اپنے مشاہدے کے اثرات سے فکر کے ہزاروں دروازے کھولتے چلے جاتے ہیں۔"(۱۳)

مجید امجد نے نظموں میں تمثال کاری کے رنگ اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ان کے ہاں سینکڑوں نئی تصویریں امیج(Image)ہیں اور نظموں کا ہیئتی مطالعہ کیجیے تو تقریباً ہر نظم ایک الگ ہیئت میں نظر آئے گی ۱۴۔ان کی نظم نئی حسیت اور نئی معنویت سامنے لاتی ہے، جو منفرد تصویری پیکر تشکیل دیتی ہے۔مثال کے طور پر چند نظموں کے ٹکڑے:

وطن، ڈھیر اک اَن منجھے برتنوں کا
جسے زندگی کے پسینوں میں ڈوبی ہوئی محنتیں دربدر ڈھونڈھتی ہیں
وطن، وہ مسافر اندھیرا
جو اونچے پہاڑوں سے گرتی ہوئی ندیوں کے کناروں پہ
شاداب شہروں میں رک کر
کسی آہنی چھت سے اٹھتا دھواں بن گیا ہے(۱۵)

مجھے خبر بھی نہ تھی اور اتفاق سے کل
میں اس طرف سے جو گزرا وہ انتظار میں تھے
میں دیکھتا تھا اچانک یہ آسماں پہ کرے
بس اک پل کو رکے اور پھر مدار میں تھی(۱۶)

تمثال سازی کا کمال توان کی ہر نظم کا خاصہ ہے۔شاعر کے محاکاتی اسلوب کی اِنتہا یہ ہے کہ ہر نظم کے کردار چلتی پھرتی تصویروں کی طرح اپنے دکھ کا اِظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں:

ذخار سمندر سوکھے ہیں، پر ہول چٹانیں پگھلی ہیں
دھرتی نے ٹوٹتے تاروں کی جلتی ہوئی لاشیں نگلی ہیں
پہنائے زماں کے سینے پر اِک موج انگڑائی لیتی ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اِس آب و گل کی دلدل میں اِک چاپ سنائی دیتی ہے
اِک تھرکن سی، اِک دھڑکن سی آفاق کی ڈھلوانوں میں کہیں
تانیں جو ہمک کر ملتی ہیں، چل پڑتی ہیں، رکتی ہی نہیں
اِن راگنیوں کے بھنور بھنور میں صدہا صدیاں گھوم گئیں
اِس قرن آلود مسافت میں لاکھ آبلے پھوٹے، دیپ بجھے(۱۷)

مجید امجد کی نظم "امروز" مخصوص فلسفہ زندگی اور نظریہ حیات کی امین ہے۔اس نظم کا پہلا استعارہ "ابد کا سمند" ہے اور وقت کے لامحدود تصور کا تجریدی بیان ہے۔اس تجرید کو شاعر نے سمندر کی مماثلت سے مجسم کیا ہے ۱۸۔وقت کے سمندر کی استعاراتی شبیہ کائنات کے انگنت رنگوں کی تصویر ہے۔ڈاکٹر ضیاالحسن لکھتے ہیں:

"مجید امجد کی اس نظم کا اصل حسن اس کی استعاراتی فضا ہے۔ تخلیقی عمل کا اظہار شاعری میں استعارے کی صورت رونما ہوتا ہے۔یہ استعارہ کئی صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے جن میں تشبیہہ، کنایہ، مجاز مرسل، صنائع لفظی و معنوی، محاورہ و روزمرہ سبھی شامل ہیں۔استعارہ کائنات کے مختلف اور متنوع عناصر میں ربط تلاش کر کے پوری کائنات کو ایک وجود واحد میں متشکل کرتا ہے"(۱۹)

فارسی اور اردو شاعری میں "بہار" کا استعارہ اپنی علامتی معنویت رکھتا ہے۔بہار انسانی آرزوؤں کو نیا رخ دینے کا نام ہے۔شاعر عام طور پر مسرت اور غم دونوں کو اپنی بھرپور صورت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ خلیل الرحمن اعظمی امجد کی نظم "بہار" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"پہلے تین بندوں میں شاعر نے تین ذہنی تصویروں کے ذریعے اس ناتمام کیفیت کی مصوری کی ہے اور عام بہاریہ قصائد سے ہٹ کر اور تفصیلات کا انبار لگانے کی بجائے نہایت چابکدستی سے ایسے رنگوں کا انتخاب کیا ہے جس کی وجہ سے یہ تصویریں اپنے اندر رندرت اور تازگی کا پہلو رکھتی ہیں۔مثلاً، چمن، ہجوم گل، نغمہ عنادل، جنوں، زنجیر سلاسل اور اس طرح کے شاعرانہ لوازم کو جو اردو شاعری کی روایت بن چکے ہیں۔"(۲۰)

فطری مناظر کے بعض خاکے (Snapshot) انسان کی بصری اور تخیلاتی حس کو دعوت غور و فکر دیتے ہیں اور فطری مناظر کو نئے زاویے سے پرکھنے اور حظ اٹھانے کی دعوت دیتے ہیں۔"آہ یہ خوشگوار نظارے" کے عنوان سے ساملی پہاڑی کا تصویری خاکہ ہمارے تصور کے نہاں خانوں میں رقص کرتا ہے۔اس کی چوٹیوں، بادلوں، اس پر بہنے والے چشموں، چیل کے درختوں، پہاڑی پر موجود جھونپڑوں کی جنت نظیر تصویریں فانوس خیال کی مانند اڑتی چلے جاتی ہیں:

ساملی کیا ہے یہ اک پہاڑی ہے — خوبصورت، بلند اور شاداب
اس کی چیں بر جبیں چٹانوں پر — رقص کرتے ہیں سایہ ہائے سحاب
اس کی خاموش وادیاں یعنی — ایک سویا ہوا جہانِ سہاب(۲۱)

"گاؤں" کا خاکہ اپنے جلو میں سادگی، دیہی بوباس، مویشی کنوئیں اور غبار راہ میں کھیل میں مگن بچوں کی خوبصورت عکس بندی ہے۔شعری کینوس پر سجی ہوئی یہ تصویر گاؤں کی مکمل زندگی کا پربہار نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے لاتی ہے:

یہ تنگ و تار جھونپڑیاں گھاس پھوس کی
اب تک جنھیں ہوا نہ تمدن کی چھو سکی
ان جھونپڑیوں سے دور اور اس پار کھیت کے
یہ جھاڑیوں کے جھنڈ، یہ انبار ریت کے(۲۲)

"گاؤں" کے عنوان سے یہ نظم ہمیں گاؤں کی تہذیب و ثقافت کے رنگ دکھاتی ہے جہاں بھینسوں کی آوازیں، کیکر کی چھاؤں، جھینگر کی راگنی، غبار رہگذر پھانکتے بچے اور اس سے متعلقہ لاتعداد تصویریں جابجا نظر آتی ہیں۔اسی طرح "جھنگ" کے عنوان سے لکھی گئی نظم اداس رنگوں سے مزین ہے۔شعری کینوس پر کھینچی گئی یہ تصویر جھنگ کی معاشی، تہذیبی اور ثقافتی زندگی کا مدھم رنگوں سے بنایا گیا عکس ہے جہاں سابقہ دور میں اور شاید آج کے دور میں بھی روشنی اور ارادہ و ہمت کی راہیں محدود ہیں۔مجید امجد نے جھنگ کے علاقے پسماندہ تصور پیش کر کے دکھ کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

یہ خاکداں جو ہیولٰی ہے ظلمتستان کا
یہ سرزمیں جو ہے نقشہ جحیم سوزاں کا(۲۳)

"پس پردہ" کے عنوان سے بنائی گئی تمثال دیہی کلچر میں جنم لینے والی آمنہ کا معصوم خاکہ ابھارتی ہے جو ساحرہ لطیف جاں ہے۔"پس پردہ"ہونے کے باوجود اپنی شوخ مسکراہٹوں سے عیاں نظر آتی ہے۔مجید امجد نے اس نظم میں ایک عام منظر کو سادگی اور شوخی کا مرقع بنادیا ہے۔اسی طرح "حالی" کا تصویری خاکہ ان کی تمام صفات اور کارناموں کی تفصیل سے عبارت ہے۔اس میں ہمیں حالی کی شعری خصوصیات کے ساتھ اس انقلاب کا بھی ذکر ملتا ہے جو گل وبلبل کی داستاں کی بجائے امت مسلمہ کے لیے سوز گداز اور حریت کا درس ہے۔

مسدس کا مصنف جادو بیاں حالی
وہ حالی عندلیب گلشن ہندوستاں حالی
قلم کی نوک سے جس نے رباب روح کو چھیڑا
حریم قدس کا وہ مطرب شیریں زباں حالی(۲۴)

مجید امجد کے شعری خاکے کا ایک اور زاویہ مختلف سفروں کی روداد ہے۔شاعر دورانِ سفر میں مختلف مناظر کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنے احساسات رقم کرتا ہے۔یہ مناظر جو مختلف شہروں، جنگلوں، دریاؤں اور سمندر پر مشتمل ہیں، شاعر کے مشاہدے میں آتے ہیں تو وہ اپنے احساسات کو ایک سفر نامہ نگار کی طرح بیان کرتا ہے۔یہ مناظر مختلف تصویر پیکر اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔"ریل کا سفر" کی تمثال اپنے جلو میں ان تمام کھیتوں، کھلیانوں، دیہاتوں، قصبوں اور قدرتی مناظر کو اڑائے لیے جارہی ہے جو ریل کے ڈبے میں بیٹھ کر مسافر محسوس کرتا ہے۔اسی طرح "ایک کوہستانی سفر کے دوران میں" کہسار اور اس پر بنائے گئے بوسیدہ درخت کا تصویری خاکہ ہمارے تصور میں ایک ہمدرد اور مہربان شخصیت کا وجود لاتا ہے جو ہزاروں مسافروں کی دست گیری کا امین ہے۔انسانوں کا آدمیت کے مرتبے اور انسانیت کی خدمت سکھانے کا خوبصور مرقع ہے۔

تنگ پگڈنڈی، سر کہسار بل کھاتی ہوئی
نیچے، دونوں سمت، گہرے غار منہ کھولے ہوئے
آگے، ڈھلوانوں کے پار، اک تیز موڑ، اور اس جگہ
اک فرشتے کی طرح نورانی پرتولے ہوئے

ایک بوسیدہ خمیدہ پیڑ کا کمزور ہات
سینکڑوں گرتے ہوؤں کی دستگیری کا امیں(۲۵)

بے جان چیزوں کی منظر کشی میں بھی مجید امجد خاص مہارت رکھتے ہیں۔۔۔پیشکش کا انداز اور شاعر کا محاکاتی وجدان اُن میں جان ڈال دیتا ہے اور بے جان اشیا یوں نظر آتی ہیں جیسے کسی اِنسان کے بازو شل ہوگئے ہوں اور وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا ہو۔اُن کی نظم "ایک شام" کے یہ ٹکڑے اِس موضوع کو خاص طور سے نشان زد کرتے ہیں:

دیکھ پھر آج بھی اِس نگری میں،
شام کی کرنیں تیرے ساتھ چلی ہیں،
تیرے ساتھ جلی ہیں
دیکھ اَب کہیں کہیں اِن لمبی لال لوؤں کی
لڑیاں بجھ کر، رستوں سے
پیوست پڑی ہیں
کہیں کہیں یہ زرد سلگتے تیکھے بان دلوں میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

چبھ کر ٹوٹ گئے ہیں)!(۲۶)

مجید امجد کی نظم "آٹو گراف" کا احساس محرومی کا ایک خوبصورت تصویری خاکہ ہے۔ جس میں انسانی حسرت کے نفسیاتی پہلو کی توضیح کی گئی ہے۔ مجید امجد انسان تھے اور ان کے سینے میں بھی دل تھا۔ ان کے بھی ارمان تھے جو مکمل نہ ہونے کی صورت میں حسرتوں میں بدل گئے۔ یہ نظم یاسیت اور شدید احساس محرومی کا استعارہ ہے۔ یہ حسرت ناک لہجہ کس غم کی ترجمانی ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا سیاسی اور معاشی نظام ہے یا فطرت کا جبر ہے اس کا فیصلہ قاری نے خود کرنا ہے۔ مجید امجد نے اپنی محرومی کو جس خوبصورتی سے شعری طرز احساس کا لباس پہنایا ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ انھوں نے اس نظم میں جن تراکیب کا استعمال کیا ہے ان کی جتنی تحسین کی جائے کم ہے۔ مجید امجد نے احساس اور جذبے کی شدت کی آمیزش سے ایسی تراکیب استعمال کی ہیں جو شعری کینوس پر ایسی تمثال ہمارے سامنے لاتی ہیں جو ہر اس نوجوان کا خواب ہے جسے اس کھیل کی بین القوامیت اور اس سے وابستہ شہرت کا احساس ہے۔

نظم "آٹو گراف" میں وہ ایک کھلاڑی کی مقبولیت کا تذکرہ کرتا ہے کہ لڑکیاں اس اسے آٹو گراف لینے کو بے تاب ہوئی جاتی ہیں۔ ڈھلکتے آنچلوں اور مسکراتی آنکھوں کے ساتھ وہ کھلاڑی کو گھیرے کھڑی ہوتی ہیں اور اس منظر کو الفاظ میں مقید کرنے کے بعد شاعر اپنا موازنہ اس کھلاڑی سے کرتا ہے۔ شاید یہ شاعر کے لاشعور میں چھپی شہرت کی خواہش تھی جو کھلاڑی کی مقبولیت دیکھ کر اسے بے چین کرتی ہے۔ اس موقعے پر شاعر کو اپنی ناقدری کا شدت سے احساس ہوا اور وہ کہنے لگا کہ وہ تو محض اک انجان شخص ہے۔ اس کا دنیائے شہرت میں اس کا کوئی نام نہیں۔ کوئی اس کا پتا نہیں جانتا۔ پھر وہ مزید یوں گویا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اس کا اونچا مرتبہ نہیں۔ نہ ہی ایسی شہرت اس کا نصیب ہے جو دائمی ہو۔ نظم میں استعمال ہونے والی لفظی تصویر اور اس میں موجود حسرتناک اور ناآسودہ خواہش ہر حساس دل کو بوجھل کرتی ہے۔ شاعر حسرت و یاس کی تصویر بنے کہتا ہے کہ میرے دل کی تختی پر کسی کا نام نہیں لکھا ہوا اور نہ ہی اس پہ ماضی کا کوئی نقش ہے۔ پوری نظم میں کہیں یہ محسوس نہیں ہوتا کہ مجید امجد اپنی حسرتوں پہ ماتم کناں ہیں۔ بس ایک شکوہ ہے اور شکایت ہے یا دبی ہوئی آرزوؤں کی چنگاری ہے جو کبھی شعلہ نہ بن سکی۔ شدید احساس محرومی چھوٹی چھوٹی خواہشیں ختم کر دیتا ہے۔ "آٹو گراف" شعری خاکہ قاری کو ایک خوبصورت منظر دکھا کر ناتمام حسرتوں کی ایسی تصویر دکھاتا ہے جو میرؔ کے شعر:

ع جیسے حسرت لیے جاتا ہے جہاں سے کوئی

یوں کوچہ دلبر سے سفر ہم نے کیا

کا عکس ہے۔ "آٹو گراف" کی تصویر ملاحظہ کریں:

کھلاڑیوں کے خود نوشت دستخط کے واسطے کتابچے لیے ہوئے
کھڑی ہیں منتظر۔۔۔۔۔ حسین لڑکیاں!
ڈھلکتے آنچلوں سے بے خبر، حسین لڑکیاں!
مہیب پھاٹکوں کے ڈولتے کواڑ چیخ اٹھے
ابل پڑے الجھتے بازوؤں، چٹختی پسلیوں کے پُرہراس قافلے
گرے، بڑھے، مڑے بھنور ہجوم کے
کھڑی ہیں یہ بھی، راستے پہ، اک طرف
بیاضِ آرزو بکف
نظر نظر میں نارسا پرستشوں کی داستاں
لرز رہا ہے دم بہ دم
کمانِ ابرواں کا خم
کوئی جب ایک نازِ بے نیاز سے
کتابچوں پہ کھینچتا چلا گیا
حروفِ کج تراش کی لکیر سی
تو تھم گئیں لبوں پہ مسکراہٹیں شریر سی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کسی عظیم شخصیت کی تمکنت
حنائی انگلیوں میں کانپتے ورق پہ جھک گئی
تو زرنگار پلوؤں سے جھانکتی کلائیوں کی تیز نبض رک گئی!
وہ باؤلر ایک مہ وشوں کے جمگھٹوں میں گھر گیا
وہ صفحہء بیاض پر بصد غرور کلکِ گوہریں پھری
حسین کھلکھلاہٹوں کے درمیاں وکٹ گری
میں اجنبی، میں بے نشاں
میں پابہ گل!
نہ رفعتِ مقام ہے، نہ شہرتِ دوام ہے
یہ لوحِ دل! یہ لوحِ دل!
نہ اس پہ کوئی نقش ہے، نہ اس پہ کوئی نام ہے!(۲۷)

مجید امجد کا تخیل اور تخلیقی جوہر ان کی شاعری کا حسن ہیں اور انھیں اپنے عہد کے دیگر شعرا میں نمایاں کرتے ہیں۔ متنوع موضوعات اور لب و لہجے کی انفرادیت کے ساتھ مجید امجد کی بعض نظمیں آج بھی ہمیں اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ مجید امجد کا بنایا ہوا "منٹو" کا خاکہ ہمیں "منٹو" کے افکار "دنیا! تیرا حسن، یہی بدصورتی ہے" عینک کے برفیلے شیشوں سے چھنتی نظریں، کون ہے یہ گستاخ۔ تاخ تڑاخ!" کے سیاق و سباق کو از بر کراتا ہے:

میں نے اس کو دیکھا ہے
اجلی اجلی سڑکوں پر، اک گرد بھری حیران
پھیلتی بھیڑ کے اوندھے اوندھے کٹوروں کی طغیانی میں
جب وہ خالی بوتل پھینک کے کہتا ہے
"دنیا! تیرا حسن، یہی بدصورتی ہے"
دنیا اس کو گھورتی ہے
شور سلاسل بن کر گونجنے لگتا ہے
انگاروں بھری آنکھوں میں یہ تند سوال
کون ہے یہ جس نے اپنی بہکی بہکی سانسوں کا جال
بام زماں پر پھینکا ہے
کون ہے جو بل کھاتے ضمیروں کے پر پیچ دھندلکوں میں
روحوں کے عفریت کدوں کے زہر اندوز محلکوں میں
لے آیا ہے یوں بن پوچھے اپنے آپ
عینک کے برفیلے شیشوں سے چھنتی نظروں کی چاپ
کون ہے یہ گستاخ
تاخ تڑاخ!(۲۸)

اسرار زیدی نے منٹو کے حوالے سے لکھی گئی اس نظم کو جوان کے شعری مجموعے "شب رفتہ" میں شامل ہے سعادت حسن منٹو کا ایک خوبصورت اور مکمل خاکہ تعبیر کیا ہے جو اردو شاعری میں اپنی اشاراتی زبان کی خوبصورتی کا پیکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"مجید امجد کی یہ نظم جو اپنے منظر کے ساتھ ان سطور میں طبع ہے اسے بلاشک وشبہ سعادت حسن منٹو کے ایک مکمل ایک خوب صورت اور مکمل شعری خاکے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کی مثال پوری اردو شاعری میں ملنا مشکل گی۔یوں کسی فرد کا ایک نیچری خاکہ لکھنا ہی مشکل رہا ہے جس میں اس کی شخصیت اور کردار پوری طرح ابھر کر قاری کے سامنے آجائیں۔پھر نظم میں اس کا اظہار ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔"(۲۹)

خاکہ (Epitaph) کے سلسلے میں اُن کی نظم "پنواڑی" کو ہم اُردو کی چند بہترین نظموں میں شمار کر سکتے ہیں جس میں اُنھوں نے پنواڑی اَور اُس کی دُکان کا اِتنا اعلیٰ نقشہ کھینچا ہے کہ آنکھوں کے سامنے ایک فلم چلتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔پنواڑی کی مانگ، ہٹی کے اندر بوسیدہ الماری، پان کتھا، سگریٹ، تمباکو، چونا، لونگ سپاری تمام اشیا ترتیب سے اس کے سامنے موجود ہیں جنھیں ہماری نظریں پان بناتے دیکھتی ہیں۔شاعر کی آنکھوں کے سامنے ایک تصور ابھرتا اور پھر معدوم ہو جاتا ہے اور وہ اگلی تصویر دیکھتا ہے جہاں اس کا بیٹا بیٹھا پان بنانے کا یہی عمل دہرا رہا ہے:

بوڑھا پنواڑی، اس کے بالوں میں مانگ ہے نیاری
آنکھوں میں جیون کی بجھتی اگنی کی چنگاری
نام کی اک ہٹی کے اندر بوسیدہ الماری
آگے پیتل کے تختے پر اس کی دنیا ساری
پان، کتھا، سگرٹ، تمباکو، چونا، لونگ، سپاری
عمر اُس بوڑھے پنواڑی کی پان لگاتے گزری
چونا گھولتے، چھالیا کاٹتے، کتھ پگھلاتے گزری
سگرٹ کی خالی ڈبیوں کے محل سجاتے گزری
کتنے شرابی مشتریوں سے نین ملاتے گزری
چند کسیلے پتوں کی گتھی سلجھاتے گزری(۳۰)

نظم کے آخری حصے میں پنواڑی کے دیہانت کے بعد اُس کے کمسن بالے کو پان لگاتے دِکھایا گیا ہے اَور شاعر کا دل جس کربناک صورتِ حال سے دوچار ہوتا ہے، وہ ان مصرعوں سے ہویدا ہے:

صبح بھجن کی تان منوہر جھنن جھنن لہرائے
ایک چِتا کی راکھ ہَوا کے جھونکوں میں کھو جائے
شام کو اُس کا کمسن بالا بیٹھا پان لگائے
جھن جھن، ٹھن ٹھن، چونے والی کٹوری بجتی جائے
ایک پتنگا دیپک پر جل جائے، دُوسرا آئے۔(۳۱)

موت کی تشریح ہر شاعر نے اپنی فکر و معرفت کے مطابق کی ہے اور وہ اپنے ذہن میں موت کے حوالے سے بننے والے مفاہیم کی مختلف تصاویر کو رمز و علائم اور تشبیہات کے ذریعے زندگی کے کینوس پر ابھارتے ہیں۔ہمیں مجید امجد کی نظموں "مسلخ، مٹی، مورت کی مٹی، راکھ، زنجیر، دراڑ، وقت کی رتھ کے پہیے، شریک زندگانی، مالک زندان، تقدیر، پنواڑی اور اکسیڈنٹ "وغیرہ میں تشبیہات، استعارات اور علامات کے استعمال کے ذریعے موت کی تصویریں حرکت کرتی محسوس ہوتی ہیں۔نظم "ایکسیڈنٹ" کی اشاراتی زبان موت کے حوالے سے ہمیں کیا تصویر دکھاتی ہے، دیکھیے:

کالی بجری کے روغن میں جینے والے اِس معصوم لہو کی کون سنے گا؟
بک بھی چکی ہے چند ٹکوں میں
قانون آنکھیں میچے ہوئے ہے،
قاتل پہیے بے پہرا ہیں!(۳۲)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"ایکسٹرس کا کنٹریکٹ" کی فنی عکاسی میں ایک اداکارہ کے شب و روز کی جھلک اس کی مجبوری اور چلتر بازی کی حسین تصویر کشی ہے۔ ناز و ادا، خال و خط اور جسم کی شاعری اس کی کل متاع ہے۔ یہ تمام تصویری گیلری مجید امجد نے اپنے مشاہدے سے بنائی ہے اور اس میں وہ تمام رنگ نظر آتے ہیں جو کیمرے کی چکا چوند میں سینما بیں حضرات کو دکھائے جاتے ہیں۔

قریب آ۔۔۔ یہ بدن، میری زندگی کا طلسم
تری نگاہ کی چنگاریوں کا پیاسا ہے
جو تو کہے تو یہی نرم، لہریا آنچل
یہی نقاب۔۔۔ مری چٹکیوں میں اٹکی ہوئی
یہی اَدا۔۔۔ مری انگڑائیوں سے مسکی ہوئی
یہ آبشار، ڈھلانوں سے گر بھی سکتی ہے!
بس ایک شرط۔۔۔ یہ گوہر سطور دستاویز
ذرا کوئی یہ وثیقہ رقم کرے تو سہی
اکائیوں کے اُدھر، جتنے دائرے ہوں گے
اِدھر بھی اُتنے ہی عکس اِن برہنہ شعلوں کے! (۳۳)

مجید امجد کی نظم "حضرت زینبؓ" کربلا کے منظر کا ایک مکمل شعری خاکہ ہے۔ حضرت زینبؓ نے واقعہ کربلا میں اپنی بے مثال شرکت کے ذریعے تاریخ بشریت میں حق کی سربلندی کے لڑے جانے والی سب سے عظیم جنگ اور جہاد و سرفروشی کے سب سے بڑے معرکہ کربلا کے انقلاب کو رہتی دنیا کے لئے جاوداں بنا دیا۔ جناب زینبؓ کی قربانی کا بڑا حصہ میدان کربلا میں نواسۂ رسول امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسیری اور کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں تشہیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس دوران جناب زینب کبریٰؓ کی شخصیت کے کچھ اہم اور ممتاز پہلو، حسین ترین شکل میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ خدا کے فیصلے پر ہر طرح راضی رہنا اور اسلامی احکام کے سامنے سخت ترین حالات میں سر تسلیم و رضا خم رکھنا علیؓ کی بیٹی کا سب سے بڑا امتیازی وصف ہے۔ صبر، شجاعت، فصاحت و بلاغت اور نظم و تدبیر کے اوصاف سے صحیح اور پر وقار انداز میں استفادہ نے آپ کو عظیم انسانی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھرپور کامیابی عطا کی ہے۔ جناب زینب نے اپنے وقت کے ظالم و سفاک ترین افراد کے سامنے پوری دلیری کے ساتھ اسیری کی پروا کئے بغیر مظلوموں کے حقوق کا دفاع کیا اور اسلام و قرآن کی حقانیت کا پرچم بلند کیا۔ مجید امجد عہد رفتہ کا ایک منفرد شاعر ہے۔ حضرت زینبؓ کے عظیم حوصلہ اور شجاعت کی عملی تصویر ہے۔ ڈاکٹر کواجہ محمد ذکریا لکھتے ہیں:

"نظم زینبؓ اپنی امیجری، تراکیب اور سنگلاخ زمین کے سبب نظم حسینؓ سے کہیں زیادہ پیچیدہ نظم ہے اور اس کا تاثر بھی زیادہ گہرا ہے۔" (۳۴)

وہ قتل گاہ، وہ لاشے، وہ بے کسوں کے خیام
وہ شب، وہ سینہ کونین میں غموں کے خیام
وہ رات جب تری آنکھوں کے سامنے لرزے
مرے ہوؤں کی صفوں میں ڈرے ہوؤں کے خیام
یہ کون جان سکے، تیرے دل پہ کیا گزری
لٹے جب آگ کی آندھی میں غمزدوں کے خیام
ستم کی رات کی کالی قنات کے پیچھے
بڑے ہی خیمۂ دل میں تھے عشرتوں کے خیام
تری ہی برقِ صدا کی کڑک سے کانپ گئے
بہ زیرِ چتر مطلا شہنشہوں کے خیام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

جہاں پہ سایہ کناں ہے ترے شرف کی ردا
اکھڑ چکے ہیں ترے خیمہ افگنوں کے خیام(۳۵)

نظم "پھولوں کی پلٹن" وسعت خیال پر مبنی بچپن کی یادوں کا ایک دلکش خاکہ ہے جو ماضی اور حال کی دو نسلوں کے تقابل کو ظاہر کرتا ہے۔بچوں اور بچپن کے وسیلے سے تشکیل کردہ یہ نظم اپنے خوبسورت عنوان کی امیجری ہے۔صبح کے وقت خاص طرح کے وردی پہنے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، قطار اندر قطار چلنے والے بچوں کی ٹولیوں کے لیے مجید امجد نے "پھولوں کی پلٹن" کا حسین نام دیا ہے۔

آج تم ان گلیوں کے اکھڑے اکھڑے فرشوں پر چلتے ہو
بچو! آؤ تمہیں سنائیں گزرے ہوئے برسوں کی سہانی جنوریوں کی
کہانی
تب یہ فرش نئے تھے۔۔۔
صبح کو لمبے لمبے اوور کوٹ پہن کر لوگ گلی میں ٹہلنے آتے
ان کے پراٹھوں جیسے چہرے ہماری جانب جھکتے
لیکن ہم تو باتیں کرتے رہتے اور چلتے رہتے
پھر وہ ٹہلتے ٹہلتے ہمارے پاس آجاتے
بڑے تصنع سے ہنستے اور کہتے:
نھو! سردی تمہیں نہیں لگتی کیا؟"(۳۶)

نظم کی پہلی گیارہ سطریں ماضی کے تصور کو ذہن میں لاتی ہیں۔شاعر ماضی کے جھروکوں میں جھانکتے ہوئے ان بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے جہاں آس اور یاس کے پھول اپنی تمام انفرادیت سے کھلتے تھے۔ڈاکٹر فخر الحق نوری نظم کے تجزیے میں لکھتے ہیں:

"یہ گیارہ سطریں کلی طور پر ماضی کے بیان سے متعلق ہیں اور ان کے ذریعے اس نظم کا دوسرا تاثر پیش کیا گیا ہے۔ابتدائی سطروں میں پائی جانے والی ایمائیت یہاں قدرے وضاحت میں ڈھل گئی ہے۔شاعر نے اپنے اور اپنے جیسے دوسرے بچوں کی تصویر پیش کی ہے جس میں وہ سوئے مکتب رواں دکھائی دے رہے ہیں۔ساتھ ہی کچھ ایسے لوگ" بھی نظر آرہے ہیں جو صبح کے وقت گلی میں ٹہلنے آتے ہیں۔یہاں شاعر نے ایک ڈرامہ نگار کی طرح ان لوگوں کی کرداری خصوصیات کو حلیہ نگاری کا حربہ اختیار کرتے ہوئے پیش کیا ہے۔"(۳۷)

مجید امجد نہایت سادگی سے مختلف نوع کی تمثالیں کینوس پر ابھارتے ہیں۔یہ معنوی اور صوری دونوں رنگوں سے مزین زندہ اور متحرک تمثالیں ہیں۔امیج کی تشکیل میں وہ اس سے وابستہ جزئیات کو اس خوبی سے پیش کرتے ہیں کہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ان کی پکچر گیلری متنوع تصاویر سے سجی ہوتی ہے ۸۳۔مجید امجد کی نظموں کا لینڈ اسکیپ استاد اللہ بخش کی پینٹ کی ہوئی تصویر کی طرح دیہاتی وضع کا ہے ۹۳۔ان تمثالوں میں ان کی گہری مشاہداتی حس اور فطرت کے متنوع رنگوں کا خوبصورت اظہار نمایاں ہے۔بقول محمد حنیف خاں:

"مجید امجد کی تمثال کاری کا فنی کمال یہ ہے کہ ان کی تصویروں کی حرکت پزیری سے زندگی کا احساس ہوتا ہے۔لفظی پیکر تراشی کے عمل میں مجید امجد نے نئی علامتوں اور تشبیہات کا استعمال کر کے تخلیقی عمل میں ذہنی اختراع کا عملی ثبوت پیش کیا ہے"(۴۰)

مجید امجد کا شعری سرمایہ متنوع رنگوں سے سجا ہے۔اس میں موضوعاتی تنوع، ڈرامائی فضا، انسانی نفسیات کے پیچ و خم، تصویری خاکے، بے نیازی کا قلندری انداز اور زندگی کے ہمہ گوں مشاہدات کا تسلسل محسوس ہوتا ہے۔ان کا مشاہدہ لاجواب ہے۔شعری کینوس پہ کھینچی ہوئی ان کی ہر تصویر قاری کو حیرت سے دوچار کرتی ہے۔اس میں وہی تجسس اور تحیر ہے جو انسان ہر نئے تجربے کے بعد محسوس کرتا ہے۔شاہد سودائی لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"مجید امجد کا شعری اطلس دھرتی کے تار و پود سے تیار ہوا ہے جس کی ملائمت اَور سوندھے پن نے ہر طرف اپنا جادو جگا رکھا ہے۔ اُن کی لفظیات اَور اِمیجری میں ہمارے اِرد گرد پھیلے شہروں، کھیتوں کھلیانوں، جنگلوں، ہاڑوں، میدانوں، دریاؤں اَور سبزہ زاروں کی خوشبو کچھ اِس انداز سے رچی بسی ہے کہ تخلیقات کا مطالعہ کرتے وقت قاری کو اپنا پورا وجود مہکتے ہوئے محسوس ہوتا ہے۔"(۴۱)

مجید امجد کی تمثال کاری ڈرامائی منظر ناموں سے تشکیل پاتی ہے۔ فکری اور مشاہداتی گہرائی جس کے پیچھے ایک عمر کی علمی اور فنی ریاضت موجود ہوتی ہے۔ ان کا ادراک جو حساسیت اور درد مندی کے اثرات اور خوبصورت لفظوں کے پیکر کو تصویری شکل عطا کرتا ہے۔ زبان و بیان کی چاشنی میں کہیں کہیں ابھرتی ہوئی تلخی کبھی ایک اچھوتا ذائقہ دیتی ہے۔ ہر نظم اپنے موضوع کی مناسبت سے سنجیدگی اور فنی پختگی کا پتہ دیتی ہے اس کے ساتھ ساتھ معنوی پہلو داری، لسانی امتیازات اور لب و لہجہ کی ندرت کا بھی احساس دلاتی ہے۔ مجید امجد کا یہی تمثیلی انداز ان کی فکری جہت اور عصری حسیت کا ترجمان ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ انیس ناگی۔ نیا شعری افق۔ لاہور: جمالیات۔ ۱۹۸۸ء، ص ۴۴۔

۲۔ انور جمال، پروفیسر۔ ادبی اصلاحات۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ ۲۰۱۷ء، ۱۲۲۔

۳۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز۔ ادبی اصطلاحات کا تعارف۔ لاہور: اسلوب۔ ۲۰۱۵ء، ص ۱۶۱۔

۴۔ Preminger, Alex & T.V.F. Brogen, eds: The Princeton Encyclopaedia of Poetry and Poetics: Princeton (New Jersey), Princeton University Press. 1993, p.35

۵۔ M.H.Abrams.A Glossary of Literary Terms.USA: :Heinle & Heinle,25 Thomson Place, Boston, Massachusetts.1999.

۶۔ شبلی نعمانی، مولانا۔ شعر العجم، جلد چہارم، ص ۸۔

۷۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اطراف غالب، ص ۴۳، ص ۴۴۔

۸۔ محمد ہادی حسین۔ مغربی شعریات۔ لاہور: مجلس ترقی ادب۔ ۲۰۱۰ء، ص ۱۹۴۔

۹۔ ریاض احمد، ریاضتیں، مضمون اردو شاعری مین جنسیات، ص ۶۱ ۔

۱۰۔ ستیہ پال آنند۔ " استعارہ کیا ہے" ، مشمولہ " سمبل" راولپنڈی۔

۱۱۔ John Press. The First and Fountain. The University of Chicage.1927, P-14

۱۲۔ محمد ہادی حسین۔ مغربی شعریات۔ لاہور: مجلس ترقی ادب۔ ۲۰۱۰ء، ص ۲۰۳۔

۱۳۔ نثار ترابی۔ مجید امجد۔۔۔ایک مصور مشمولہ مجید امجد۔ یہ دنیائے امروز میری ہے۔ مرتبہ، ڈاکٹر محمد کامران۔ لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، شعبہء اردو اورینٹل کالج۔ ۲۰۱۵ء، ص ۲۶۱۔

۱۴ خواجہ محمد ذکریا، ڈاکٹر۔ ابتدائیہ مشمولہ "ان گنت سورج" لاہور: ضیائے ادب ۱۹۷۹ء، ص ۷۔

۱۵۔ نظم "پہاڑوں کے بیتے" مشمولہ کلیات مجید امجد۔ مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۳ء، ص

۱۶۔ نظم "جہاں نورد" مشمولہ انتخاب مجید امجد۔ مرتبہ: سعد اللہ شاہ۔ لاہور: خزینہ علم وادب۔ ۲۰۰۱ء، ص ۱۷۰۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۷۹۔

۱۸۔ ڈاکٹر ضیاالحسن۔ مجید امجد کی نظم امروز۔ مشمولہ مجید امجد۔ یہ دنیائے امروز میری ہے۔ مرتبہ، ڈاکٹر محمد کامران۔ لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، شعبہء اردو اورینٹل کالج۔ ۲۰۱۵ء، ص ۲۶۱۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۶۲۔

۲۰۔ خلیل الرحمن اعظمی۔ نظم "بہار" مشمولہ مجید امجد کی نظمیں (تجزیاتی مطالعات)۔ مرتب ڈاکٹر آصف علی چٹھہ۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔ ۲۰۱۴ء، ص ۱۸۶۔

۲۱۔ نظم "آہ یہ خوشگوار نظارے" مشمولہ انتخاب مجید امجد۔ مرتبہ: سعد اللہ شاہ۔ لاہور: خزینہ علم وادب۔ ۲۰۰۱ء، ص ۱۵۔

۲۲۔ نظم "گاؤں" مشمولہ کلیات مجید امجد (روزرفتہ) مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا۔ الحمد پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء، ص ۷۰۔

۲۳۔ نظم "جھنگ" ایضاً، ۱۵۔

۲۴۔ نظم "حالی" ایضاً، ۸۔

۲۵۔ نظم "ایک کوہستانی سفر کے دوران" مشمولہ انتخاب مجید امجد۔ مرتبہ: سعد اللہ شاہ۔ لاہور: خزینہ علم وادب۔ ۲۰۰۱ء، ص ۷۷۔

۲۶۔ نظم "ایک شام" مشمولہ کلیات مجید امجد۔ مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا۔ لاہور: الحمد پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۳ء، ص

۲۷۔ نظم "آٹو گراف" ایضاً، ص ۱۱۴۔

۲۸۔ نظم "منٹو" ایضاً، ص ۹۱۔

۲۹۔ مجید امجد کی نظمیں (تجزیاتی مطالعات)۔ مرتب ڈاکٹر آصف علی چٹھہ۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔ ۲۰۱۴ء، ص ۸۵۔

۳۰۔ نظم "پنواڑی" ایضاً، ص ۶۶۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۶۶۔

۳۲۔ نظم "ایکسیڈنٹ" ایضاً، ص ۱۷۶۔

۳۳۔ نظم "ایکٹرس کا کنٹریکٹ" ایضاً، ص ۱۵۵۔

۳۴۔ ڈاکٹر خواجہ محمد ذکریا۔ نظم "زینب" مشمولہ مجید امجد کی نظمیں (تجزیاتی مطالعات)۔ مرتب ڈاکٹر آصف علی چٹھہ۔ لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔ ۲۰۱۴ء، ص ۲۴۰۔

۳۵۔ نظم "حضرت زینبؓ" ایضاً، ص ۲۳۹۔

۳۶۔ نظم "پھولوں کی پلٹن" ایضاً، ۲۴۷۔

۳۷۔ ڈاکٹر فخر الحق نوری۔ نظم "پھولوں کی پلٹن" مشمولہ ایضاً، ص ۲۵۱۔

۳۸۔ گوریچہ، رشید احمد، ڈاکٹر۔ "مجید امجد کی نظمیں" بحوالہ مجید امجد۔ یہ دنیائے امروز میری ہے۔ مرتبہ، ڈاکٹر محمد کامران۔ لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، شعبہ اردو اورینٹل کالج۔ ۲۰۱۵ء، ص ۲۸۷۔

۳۹۔ انور سدید، ڈاکٹر۔ مجید امجد کی شاعری۔ بحوالہ ایضاً، ص ۲۸۷

۴۰۔ محمد حنیف خاں۔ مجید امجد کی اقلیم سخن۔ ایک مطالعہ۔ مشمولہ ایضاً، ص ۲۰۲۔

۴۱۔ / http://caarwan.com